عالم کی شان

عبد اللہ دانش

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر ۳۵:۲۸)' "حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں"۔ سید مودودی رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: "یعنی جو شخص اللہ کی صفات سے جتنا زیادہ ناواقف ہو گا وہ اس سے اتنا ہی بے خوف ہو گا' اور اس کے برعکس جس شخص کو اللہ کی قدرت' اس کے علم' اس کی حکمت' اس کی قہاری و جباری اور اس کی دوسری صفات کی جتنی معرفت حاصل ہو گی' اتنا ہی وہ اس کی نافرمانی سے خوف کھائے گا۔ پس در حقیقت اس آیت میں علم سے مراد فلسفہ و سائنس اور تاریخ و ریاضی وغیرہ کے درسی علوم نہیں ہیں بلکہ صفات الٰہی کا علم ہے۔ قطع نظر اس سے کہ آدمی خواندہ ہو یا ناخواندہ' جو شخص خدا سے بے خوف ہے وہ علامہ دہر بھی ہو تو اس علم کے لحاظ سے جاہل محض ہے اور جو شخص خدا کی صفات جانتا ہے اور اس کی خشیت اپنے دل میں رکھتا ہے وہ ان پڑھ بھی ہو تو ذی علم ہے------" (تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۲۳۲)۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: "علمائے بد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پتھر نہر کے منہ پر رکھا جائے۔ وہ نہ خود پانی پیے نہ پانی کو آگے بہنے دے کہ کھیتوں اور باغوں کو سیرابی نصیب ہو"۔

حضورؐ نے فرمایا: "ہر عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اس عالم کے پاس بیٹھو جو پانچ امور سے دیگر پانچ چیزوں کی طرف بلائے: (۱) شک سے یقین کی طرف (۲) ریا سے اخلاص کی طرف (۳) تکبر سے تواضع کی طرف (۴) عداوت سے خیر خواہی کی طرف' (۵) دنیا کے لالچ کے بجائے بے نیازی کی طرف"۔ (احیاء العلوم' تنبیہ الغافلین)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو حکم دیا: "اے مریم کے بیٹے! تو اپنے نفس کو نصیحت کر۔ اگر وہ نصیحت پذیر ہو جائے تو پھر لوگوں کو نصیحت کر' ورنہ مجھ سے حیا کر" (غزالیؒ)۔

حضورؐ نے فرمایا: "معراج کی رات میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے ہونٹ آتشی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگے: ہم لوگوں کو نیکی کی باتیں بتاتے تھے مگر ان پر خود عمل نہ کرتے تھے۔ ہم دوسروں کو برائیوں سے منع کرتے تھے مگر خود ان برائیوں میں ملوث تھے"۔

حضرت معاذؓ کا قول ہے: "عالم کی لغزش سے ڈرو، اس لیے کہ لوگوں کی نگاہ میں اس کی بڑی قدر ہے۔ لغزش میں بھی لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں" (غزالیؒ)۔ یعنی علما کی بات بھی قرآن و سنت پر پرکھیں کیونکہ علما بھی انسان ہیں، ان سے خطا ہو جاتی ہے۔ خطا سے مبرا صرف خدا اور اس کا رسولؐ ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں: "بے عمل عالم کی مثال ایسی ہے جیسے بیمار شخص دوا کی خصوصیات پر بات کرے مگر دوا نصیب نہ ہو، یا بھوکا شخص لذیذ کھانوں کے نام لے اور مزے سے بیان کرتا جائے لیکن وہ کھانا نصیب نہ ہو۔ خود بھوک سے تڑپتا رہے"۔

ایک روز شیخ شقیقؒ بلخی نے اپنے شاگرد حاتمؒ اصم سے پوچھا: حاتم! تم کتنے دنوں سے میرے ساتھ ہو؟ انھوں نے کہا: تینتیس برس سے۔ شقیقؒ نے فرمایا: بتاؤ اتنے طویل عرصے میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتم نے کہا: صرف آٹھ مسئلے۔ شیخ نے کہا: اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میرے اوقات ترے اوپر ضائع چلے گئے کہ تم نے صرف آٹھ مسئلے سیکھے۔ حاتم نے کہا: استاد محترم! زیادہ نہیں سیکھ سکا اور جھوٹ بھی نہیں بول سکتا۔ شیخ نے کہا: اچھا، بتاؤ کیا کچھ سیکھا ہے؟ حاتم نے کہا: اول، میں نے مخلوق کو دیکھا تو معلوم ہوا، ہر ایک کا کوئی محبوب ہوتا ہے۔ قبر تک وہ اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے۔ جب وہ قبر میں پہنچ جاتا ہے تو اپنے محبوب سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے اپنا محبوب نیکیوں کو بنا لیا ہے۔ جب قبر میں جاؤں گا تو یہ میرا محبوب میرے ساتھ قبر میں رہے گا--- دوم، میں نے خدا کے فرمان: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ○ (النزعٰت ۷۹: ۴۰-۴۱) "اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہو گی" پر غور کیا تو اپنے نفس کو برائیوں سے لگام دی۔ خواہشات نفسانی سے بچنے کی محنت کی یہاں تک کہ میرا نفس اطاعت الٰہی پر جم گیا--- سوم، لوگوں کو دیکھا کہ کسی کے پاس کوئی قیمتی چیز ہے تو اسے سنبھال کر رکھتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پھر فرمان الٰہی دیکھا: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (النحل ۱۶: ۹۶)، "جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہی باقی رہنے والا ہے" تو جو چیز مجھے قیمتی ہاتھ آئی، اسے خدا کی طرف پھیر دیا تاکہ اس کے پاس محفوظ ہو جائے جو کبھی ضائع نہ ہو گی--- چہارم، لوگوں کو دیکھا تو ہر ایک کا رجحان دنیاوی مال، حسب نسب اور دنیوی جاہ و منصب میں پایا۔ ان امور میں غور کرنے سے یہ چیزیں ہیچ دکھائی دیں۔ ادھر فرمان الٰہی پڑھا: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات ۴۹: ۱۳)، "درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے" تو میں نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ خدا تعالیٰ کے ہاں عزت پاؤں--- پنجم، لوگوں میں یہ بھی دیکھا کہ آپس میں گمان بد رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ کا فرمان دیکھا: نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (الزخرف ۴۳:۳۲) "دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں"۔ اس لیے میں نے حسد چھوڑ کر خلق سے کنارہ کر لیا اور یقین ہوا کہ قسمت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ خلق کی عداوت سے باز آگیا۔۔۔ ششم' لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے سرکشی اور کشت و خون کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اس نے فرمایا: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا (فاطر ۳۵:۶) "درحقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے' اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو"۔ اس بنا پر میں نے صرف اس اکیلے شیطان کو اپنا دشمن ٹھہرا لیا۔ اس بات کی کوشش کی کہ اس سے بچتا رہوں کیونکہ اللہ نے اس کی عداوت کی گواہی دی ہے۔ لہٰذا میں نے مخلوق سے عداوت چھوڑ کر اپنا سینہ صاف کر لیا ہے۔۔۔۔ ہفتم' لوگوں کو دیکھا کہ پارۂ نان (روٹی کے ٹکڑے) پر اپنے نفس کو ذلیل کر رہے ہیں۔ ناجائز امور میں قدم رکھتے ہیں۔ میں نے ارشاد باری تعالیٰ دیکھا: وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (ھود ۱۱:۶) "زمین میں چلنے والا کوئی جان دار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو" میں نے یقین کر لیا کہ میں خدا کی ان مخلوقات میں سے ہوں جن کا رزق اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ پھر میں ان باتوں میں مشغول ہوا جو اللہ کے حقوق میرے ذمہ ہیں۔ میں نے اس رزق کی طلب ترک کی جو اللہ کے ذمہ ہے۔۔۔ ہشتم' میں نے خلق کو دیکھا کہ ہر ایک کسی عارضی چیز پر بھروسہ کرتا ہے۔ کوئی زمین پر کوئی اپنی تجارت پر' کوئی اپنے پیسے پر' کوئی اپنے بدن کی تندرستی پر اور کوئی اپنی ذہنی و علمی صلاحیتوں پر بھروسہ کیے ہوئے ہے۔ ہر کوئی اپنی طرح کی مخلوق پر تکیہ کرتا ہے۔ میں نے خدا کی طرف رجوع کیا تو یہ ارشاد پایا: وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (الطلاق ۶۵:۳) "جو اللہ پر بھروسہ کرے' اس کے لیے وہ کافی ہے" تو میں نے خدا پر توکل کیا' وہی مجھے کافی ہے۔

شیخ بلخیؒ نے فرمایا: اے میرے پیارے شاگرد حاتم! خدا تمھیں ان کی توفیق نصیب کرے۔ میں نے تورات' انجیل' زبور اور قرآن کے علوم کا جتنا مطالعہ کیا ہے' تو ان سب کی اصل جڑ انھی آٹھ مسائل کو پایا ہے۔ ان آٹھ مسائل پر عمل کرنے والا گویا چاروں آسمانی کتابوں کا عامل ہوا (حوالہ احیاء العلوم' غزالیؒ)۔

خوف خدا رکھنے والے عالم کی مثال امام غزالیؒ نے یہ دی ہے کہ وہ پھل دار درخت کی طرح ہوتا ہے۔ کوئی اس درخت پر اینٹ یا پتھر پھینکے تو شجر ثمردار جواب میں' پتھر نہیں پھینکتا بلکہ پھل پھینکتا ہے۔ دوسری مثال یہ کہ جس طرح ثمربار ٹہنی جھکی ہوئی ہوتی ہے اور بے ثمر شاخ اوپر کو اٹھی ہوتی ہے' اسی طرح خشیت الٰہی رکھنے والا خوف خدا سے جھکا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے۔ خوف خدا سے خالی عالم' بے ثمر شاخ کی طرح گردن اکڑا کے چلتا ہے۔ اس میں نخوت و غرور ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "رحمٰن کے بندوں میں سے عالم وہ ہے جو خدا کے ساتھ ذرا شریک نہیں ٹھہراتا۔ وہ اللہ کے

حلال کردہ کو حلال اور اس کے حرام کردہ کو حرام جانتا ہے۔ وہ اس کی وصیت کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ اسے ملنے کا یقین رکھتا ہے اور اسے اپنے اعمال کا حساب لینے والا سمجھتا ہے"۔

سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں: "خشیت الٰہی تیرے اور معصیت الٰہی کے درمیان حائل ہو کر' خدا کی نافرمانی سے بچاتی ہے"۔ امام مالک نے فرمایا: "علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ حقیقی علم ایک نور ہے جو اللہ کسی کے دل میں ڈال دے"۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے: قلیل من الاعمال بالعلم نافع کثیر من الاعمال بالجهل فاسد

علم کے ساتھ تھوڑے عمل کار آمد ہیں۔ بہت سارے عمل' جہالت و بے علمی سے' فاسد ہو جاتے ہیں۔ بایزید بسطامیؒ نے فرمایا: "اگر تم کسی صاحب کرامات کو دیکھو کہ فضا میں بغیر کسی سہارے کے اڑتا ہے یا چار زانو بیٹھتا ہے تو دھوکے میں نہ آ جانا۔ یہاں تک کہ تم اسے دیکھ لو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے یا نہیں۔ حدود اللہ کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں۔ شریعت اسلامی کی معرفت رکھتا ہے یا نہیں۔

ابن رجبؒ نے کہا: "علما وحی رسولؐ کے نمایندے اور راہنما ہیں۔ جہالت' شکوک اور گمراہی میں لوگ ان سے رہنمائی پاتے ہیں۔ اگر یہ علما ناپید ہو جائیں تو سالک راہوں سے بھٹک جاتے ہیں۔ علما کو ستاروں سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ ستاروں کے تین فائدے ہیں: (۱) اندھیری رات میں ان سے راستہ معلوم ہوتا ہے۔ (۲) آسمان کی زینت ہیں۔ (۳) شیطانوں کو چنگاڑے پڑتے ہیں۔ بالکل اسی طرح علما زمین پر یہ تینوں اوصاف رکھتے ہیں: (۱) گمراہی میں ان سے رہنمائی ملتی ہے۔ (۲) زمین کی زینت ہیں۔ (۳) جو لوگ حق و باطل میں گڑبڑ کرتے ہیں' ان کے لیے تازیانوں کا کام کرتے ہیں"۔

حضورؐ نے فرمایا: "بے شک اللہ لوگوں کے سینوں سے علم سلب نہیں کرتا بلکہ علما دنیا سے اٹھ جاتے ہیں۔ جب عالم نہ رہیں تو لوگ جاہلوں کو رہنما پکڑتے ہیں۔ ان جاہلوں سے سوالات کرتے ہیں تو بغیر علم کے مفتی بن بیٹھتے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے' اوروں کو بھی گمراہ کیا"۔ (حدیث)

حضورؐ کے ہمراہ ابودرداءؓ جا رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا: "یہ علم لوگوں سے چھین لیا جائے گا۔ ان کے بس میں کچھ نہ رہے گا۔ زیاد بن لبید نے پوچھا: حضورؐ! ہم سے علم کیسے چھن جائے گا؟ جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں' بخدا ہم اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کو قرآن پڑھائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: زیاد! "افسوس ہے! میں تو تجھے مدینہ کے سمجھ داروں میں سے تصور کرتا تھا۔ یہ تورات و انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس بھی ہے۔ ان کتب آسمانی نے انھیں کیا فائدہ دیا؟" یعنی کتاب ہدایت کے ہوتے ہوئے یہ اہل کتاب گمراہ ہوئے۔ (ترمذی)

عبادہؓ بن صامت نے فرمایا: "علم کا اٹھ جانا یہ ہے کہ خشوع جاتا رہے گا۔ قریب ہے کہ تو جامع مسجد میں جائے اور وہاں کسی کو صاحب خشوع نہ پا سکے" (نسائی)۔ امام حسن بصریؒ نے فرمایا: "علم دو طرح کا ہے:

ایک علم اللسان، زبان کا علم جو ابن آدم کے خلاف خدا کے ہاں دلیل بنے گا۔ دوسرا علم فی القلب، دل میں اتر جانے والا علم، یہی نفع بخش علم ہے"۔ حضرت اقبالؒ بھی یہی فرماتے ہیں ۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک سو بیس صحابہ کرامؓ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں سے کسی ایک سے مسئلہ دریافت کیا جاتا، تو وہ دوسرے صحابی کی طرف بھیج دیتے، وہ مزید دوسرے تک بھیجتے، یہاں تک کہ وہ مسئلہ بغیر جواب کے پلٹ کر، پہلے صحابی کے پاس آ جاتا۔ یعنی ہر صحابی سوال کا جواب دینے سے گھبراتا کہ کہیں مجھ سے جواب میں خطا نہ ہو جائے۔ مگر آج ہر کوئی مفتی ہے اور بے ہنگم سوالوں کے بے باکانہ جواب دینا، ضروری خیال کرتا ہے کہ میری شخصیت سے لوگ مرعوب رہیں کہ میں عالم بے بدل ہوں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ حضرت ابنؓ عباس فرماتے ہیں: "جب عالم (لا ادری) "میں نہیں جانتا" کہنا چھوڑ دیں گے، ہلاکتوں میں پڑیں گے حالانکہ رسولؐ اللہ امام المسلمین تھے، سید العالمین تھے۔ آپؐ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس وقت تک جواب نہ دیتے تھے جب تک کہ آسمان سے وحی نہ آ جاتی"۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: "حقیقی عالم وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خداوندی سے مایوس نہ کرے، اللہ کی تدبیر سے بے نیاز نہ کر دے اور خدا کی نافرمانیوں پر انھیں دلیری نہ دے۔ قرآن کے علاوہ کسی کتاب کی رغبت نہ دلائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "علم و فقاہت، کثرت روایت کا نام نہیں بلکہ خشیت الٰہی کا نام علم و فقہ ہے"۔ ایک صاحب علم کا کہنا ہے کہ عالم کے کمال کی تین خوبیاں ہیں: (۱) اپنے علم سے دنیا طلبی ترک کر دے (۲) جو اس سے سیکھنا چاہے اس سے محبت کرے (۳) لوگوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرے۔ امام حسن بصریؒ نے فرمایا: "اصل عالم اور فقیہ وہ ہے جو شب زندہ دار ہو، دنیا سے بے نیاز ہو اور سنت رسولؐ اللہ پر ڈٹ جانے والا ہو"۔ ایک بزرگ نے کہا کہ فقیہ وہ ہے جو قرآن پر گہری بصیرت رکھتا ہو اور شیطان کی چالوں کو سمجھتا ہو۔ فضیلؒ بن عیاض نے فرمایا: "حقیقی عالم وہ ہے جسے خوف خدا بلواتا ہو اور خوف خدا خاموش کر دیتا ہو۔ یہ بولے گا تو کتاب اللہ سے۔ خاموش ہو گا تو کتاب اللہ سے"۔ امام شعبیؒ سے کسی نے فتویٰ پوچھا کہ اے عالم! یہ فتویٰ بتایئے۔ فرمایا: بھئی! عالم تو وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

حضرت عبداللہؒ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ علما کی کیا علامات ہیں؟ فرمایا: جو اپنے علم کے مطابق عمل کرے اور اپنے کثیر علم و عمل کو قلیل سمجھے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا: ہر مومن کو لازم ہے کہ دین میں صرف وہی بات کرے جو حضورؐ لے کر آئے ہیں۔ حضورؐ سے آگے پیش قدمی نہ کرے بلکہ یہ دیکھے کہ آپؐ کا فرمان کیا ہے؟ مومن کا ہر قول حضورؐ کے قول کے تابع ہو اور اس کا ہر عمل حضورؐ کے ارشاد کے تابع ہو۔ صحابہ کرامؓ کا یہی معمول تھا۔ وہ صرف حضورؐ کے پیروکار تھے اور بس۔

کسی دانا کا کہنا ہے کہ عالم، جاہل کو پہچانتا ہے کیونکہ وہ خود منزل جہالت سے گزر چکا ہوتا ہے۔ مگر جاہل کو عالم کا ادراک نہیں ہوتا کیونکہ وہ منزل علم سے گزرا ہی نہیں ہے۔ اسی لیے جاہل، اہل علم اور ان کے علم کی، بعض دفعہ مذمت کرتا ہے کیونکہ اسے علم کا شعور نہیں ہوتا۔ یہ بات آپ عام دیکھیں گے کہ جہلا اہل علم کے خلاف بے باکی سے باتیں کرتے ہیں۔ مگر علم والا آدمی، صاحب علم کے بارے میں احترام سے گفتگو کرے گا۔

حضورؐ نے عویمر سے پوچھا: "اے عویمر! روز محشر تیرا کیا حال ہو گا؟ جب تم سے کہا جائے گا: اعلمت ام جھلت" کیا تو نے علم سیکھا تھا یا جاہل رہا تھا؟ اس وقت اگر تو جواب دے گا کہ علم سیکھا تھا پھر سوال ہو گا کہ علم کے مطابق کیا عمل کر کے آیا ہے؟ اور اگر تیرا جواب ہو گا کہ میں بے علم رہا تو پھر سوال ہو گا کہ تیری کیا مجبوری تھی کہ علم نہ سیکھا۔ کیوں نہ تو نے علم سیکھا؟

"لوگ علم کے محتاج ہیں، روٹی پانی سے بھی پہلے کیونکہ انسان علم کا ہر گھڑی محتاج ہے جبکہ روٹی پانی کی دن میں ایک دو بار ضرورت پڑتی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

رضینا قسمة الجبار فینا لنا علم وللجهال مال

فان المال یفنیٰ عن قریب وان العلم یبقیٰ لا یزال

ہم خدائے جبار کی تقسیم پر راضی ہوئے۔ ہماری قسمت میں علم لکھا اور جاہلوں کی قسمت میں مال و دولت لکھا۔ مال جلد فنا ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا۔

حضورؐ نے فرمایا: اغد عالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً ولا تکن الخامسة فتھلک

تو اس حال میں صبح کر کہ علم والا ہو یا طالب علم ہو یا علم کو سننے والا ہو یا علم سے محبت رکھنے والا ہو، ان کے علاوہ کہیں پانچویں قسم نہ بن جانا ـــــ امام حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ پانچویں قسم کون سی ہے؟ کہا: المبتدع یعنی بدعتی، دین میں نئے رخنے ڈالنے والا۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے: علم کا حریص ہو جا منزل مراد پا جائے گا، تحصیل علم میں کسل مندی اور سستی کا کیا کام ہے!

شہد کی مکھی جب ہر پھل سے رس چوستی ہے تو دو جوہر مہیا کرتی ہے: ایک موم، دوسرا شہد۔ موم رات کی تاریکیوں میں روشنی مہیا کرتی ہے اور شہد بیماریوں سے شفا دیتا ہے، بحکم رب یہ شفا ہے۔

حضرت معاذؓ نے فرمایا: "علم حاصل کرو کیونکہ تحصیل علم سے خوف خدا آتا ہے۔ علم کا طلب کرنا عبادت ہے۔ علم کا مذاکرہ تسبیح ہے۔ علمی بحث جہاد ہے۔ جاہل کو تعلیم دینا صدقہ ہے۔ علم کی اشاعت سے قربت پیدا ہوتی ہے۔ وہ تنہائی میں ہم نشین ہے۔ خلوت میں غم خوار ہے۔ دین کی رہنمائی اسی علم سے

نصیب ہوتی ہے۔ خوش حالی و بدحالی میں استقامت بخشتا ہے۔ دوستوں میں عزت بڑھاتا ہے۔ ناواقفوں میں قربت کا ذریعہ ہے۔ جنت کی راہ کا منار ہے۔ اللہ تعالیٰ علم کی بدولت قوموں کو عروج دیتا ہے۔ انھیں بھلائیوں کی قیادت و سیادت سونپتا ہے۔ علم کی وجہ سے دوسرے پیچھے چلتے ہیں۔ صاحب علم کی پیروی کی جاتی ہے۔ علم کی وجہ سے عمل میں حسن آتا ہے۔ فرشتے اہل علم کی دوستی کا شوق رکھتے ہیں۔ اپنے نورانی اور مقدس پروں سے ان کو چھوتے ہیں۔ ہر خشک و تر چیز ان کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ سمندر میں مچھلیاں اور جنگلات کے درندے اور آسمان کے ستارے بھی اہل علم کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ علم سے دل کی زندگی ہے، آنکھوں کا نور ہے، بدن کی قوت ہے، بندہ اس کے ذریعے نیک لوگوں کی منزلیں پاتا ہے، بلند درجے عطا ہوتے ہیں۔ اسی علم کی روشنی میں اطاعت الٰہی کا جذبہ ملتا ہے۔ اسی سے شان بندگی کا ادراک ہوتا ہے، اسی سے توحید باری تعالیٰ کی سمجھ عطا ہوتی ہے، اسی سے بزرگی ملتی ہے، اسی سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے، اسی سے صلہ رحمی ممکن ہے اور اسی سے حلال و حرام کی تمیز ہوتی ہے۔ علم امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے۔ علم سعادت مندوں کو ملتا ہے۔ علم سے محرومی بے نصیبوں کا مقدر ہے"۔

امام ابوالليث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں یہ تاریخی واقعہ نقل کیا ہے کہ اہل بصرہ نے ایک بار اس بات پر جھگڑا کیا، آیا علم افضل ہے یا مال؟ بالآخر فیصلہ چکانے کے لیے اپنا ایک قاصد مدینہ شریف بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس وقت حیات تھے۔ ان سے پوچھا گیا۔ آپ نے کہا علم، مال سے افضل ہے۔ سائل نے کہا: مجھے کوئی دلیل بھی دیں تاکہ بصرہ کے لوگوں کو بتا سکوں۔ آپ نے کہا: انھیں بتانا علم انبیا کرام کی میراث ہے اور مال فرعونوں کی میراث ہے۔ علم تیرا رکھوالا ہے اور مال کی تجھے حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے علم دیتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے اور مال اسے دیتا ہے جو دنیا کا بندہ ہو۔ پھر ابن عباسؓ نے قرآن کی یہ آیت پیش کی: "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمٰن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالاخانوں پر چڑھتے ہیں، اور ان کے دروازے اور ان کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں، سب چاندی اور سونے کے بنا دیتے" (الزخرف ۴۳:۳۳)۔ پھر فرمایا: علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے کیونکہ صاحب مال جب مرتا ہے، اس کا ذکر ختم ہو جاتا ہے۔ عالم جب دنیا سے جاتا ہے اس کا چرچا باقی رہتا ہے۔ صاحب مال پر موت وارد ہوتی ہے، صاحب علم پر یوں موت وارد نہیں ہوتی۔ صاحب مال سے روز محشر ایک ایک پیسے کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں لگایا؟ صاحب علم کے ایک ایک حدیث رسولؐ سنانے پر جنت میں درجات بلند ہوتے ہیں۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا: علما خلق خدا پر رسولوں کی طرف سے امین ہوتے ہیں جب تک کہ وہ حکمرانوں سے

نہ ملیں اور دنیا میں نہ پڑیں۔ جب وہ دنیا میں غرق ہوں تو ان سے علیحدہ ہو جاؤ' ان سے بچو۔ (حوالہ مذکورہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اندھا اگر چراغ جلائے تو فائدہ آنکھ والے اٹھائیں گے۔ اندھے کو خود کیا فائدہ ہوا؟ تاریک کمرے کی چھت پر چراغ جل رہا ہو تو کمرے کے اندر کو کیا فائدہ؟ اسی طرح تم حکمت و دانائی کی باتیں کرو اور خود عمل نہ کرو تو تمھیں کیا فائدہ ہے؟" مزید فرمان عیسیٰ ہے: "دنیا میں بے شمار درخت ہیں مگر سب پھل دار نہیں۔ دنیا میں بہت سے علما ہیں مگر سب مرشد نہیں ہو سکتے۔ بہت سے درختوں کو پھل لگتے لیکن سب پھل میٹھے نہیں۔ اسی طرح دنیا میں علوم بہت ہیں مگر سب آخرت میں نافع نہیں"۔

یہ بھی بیان ہوا ہے کہ تین قسم کے لوگ حشر کے میدان شدید حسرت میں ہوں گے: (۱) کسی کا نیک غلام یا ملازم جو جنت میں جائے گا اور اس کا آقا دوزخ میں جائے گا۔ (۲) وہ مال دار بخیل جس نے دولت پر سانپ بن کر بیٹھنا پسند کیا اور حقوق اللہ بھی ادا نہ کیے۔ اس کے مرنے کے بعد' وارثوں میں وہ دولت تقسیم ہوئی' انھوں نے سب کے حقوق ادا کیے تو صاحب دولت جہنم میں جائے گا جبکہ اس کی دولت کے ورثا جنت میں جائیں گے۔ (۳) تیسرا وہ بڑا عالم جو لوگوں کو نصیحت کرتا تھا۔ لوگ اس سے علم پا کر عمل کر کے نجات پا جائیں گے اور وہ بے نصیب عالم خود' نار جہنم میں جا رہا ہو گا"۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

یہ بھی ذکر ہوا: "جب علما حلال مال جمع کرنا شروع کر دیں تو لوگ مشکوک مال کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ جب علما مشکوک مال کھانے لگیں تو لوگ حرام کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ جب علما حرام کھائیں تو لوگ کافر ہو جاتے ہیں"۔

حضورؐ کا فرمان ہے: "جس نے چار مقاصد کے لیے علم سیکھا' وہ دوزخ میں جائے گا: (۱) اپنے علم سے علما پر برتری حاصل کرنے (۲) بے عقلوں سے جھگڑنے (۳) لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے یا امیروں سے مال' عزت' جاہ و منزلت حاصل کرنے کے لیے"۔ سفیان ثوریؒ نے فرمایا: "علم کا پہلا زینہ' خاموشی ہے۔ دوسرا زینہ' علم کو سننا۔ تیسرا زینہ' سنے ہوئے کو یاد رکھنا اور چوتھا زینہ' اس پر عمل ہے پانچواں زینہ' اس علم کی اشاعت ہے"۔

ابو حفص نے ذکر کیا کہ حقیقی عالم کو دس خوبیاں نصیب ہوتی ہیں: (۱) نیکی' (۲) تقویٰ' (۳) خیرخواہی (۴) نرم مزاجی' (۵) صبر و تحمل' (۶) عاجزی و انکساری' (۷) لوگوں کے مال سے بے نیازی' (۸) کثرت مطالعہ' (۹) دروازے پر دربان نہ ہونا' (۱۰) امیر و غیرہ سب کے لیے دروازہ کھلا رکھنا۔

حضورؐ نے فرمایا: "عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ کعبہ شریف کو دیکھنا عبادت ہے۔ قرآن کریم کو دیکھنا عبادت ہے"۔ آپؐ ہی کا فرمان ہے: "جس نے عالم کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی۔ جس نے عالم سے مصافحہ کیا گویا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ جو عالم کی مجلس میں بیٹھا گویا وہ میرے ساتھ بیٹھا' جو

میرے ساتھ دنیا میں بیٹھا' قیامت کے روز اللہ اسے میرے ساتھ بٹھائے گا"۔ (مذکورہ روایات کا حوالہ تنبیہ الغافلین سے ہے)

حضورؐ نے فرمایا: "آثار قیامت میں سے ہے کہ علم اکابر علما کے بجائے ادنیٰ لوگوں سے حاصل کیا جائے گا"۔ آج یہ عام ہے اہل علم کے بجائے غیر اہل علم سے' علمی مسائل پوچھے جاتے ہیں اور وہ کم علم اپنے تئیں مفتی و محدث بنے ہوئے ہیں۔ یہ قیامت کی نشانی ہے جو حضورؐ نے بطور تنبیہ کے فرمائی۔ بڑی بے باکی و نفرت سے دنیوی علوم کے حاملین کہہ دیتے ہیں کہ علما کو کیا پتا ہے' وہ تو ایسے ویسے ہوتے ہیں۔ یہی بات اگر کوئی ڈاکٹروں' انجینیروں کے بارے میں کہے کہ ڈاکٹروں کو ڈاکٹری اور انجینیروں کو انجینیری کی کیا خبر ہے تو کیا یہ بات درست ہو گی؟ عربی مقولہ ہے "لکل فن رجال" ہر فن اور پیشے کے لیے اللہ نے الگ الگ لوگ پیدا کیے ہیں۔ کوئی صاحب فن کسی دوسرے کے فن میں ٹانگ نہیں اڑا سکتا کیونکہ نہ کوئی ہر فن مولا ہے' نہ کوئی ہمہ دانی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

عوام الناس کی اکثریت علم شریعت سے بے خبر ہوتی ہے۔ جو چرب زبان اور باتونی مسجد میں کھڑا ہو کر' لوگوں کو بے بنیاد قصے سناتا ہے تو لوگ عش عش کر اٹھتے ہیں۔ ایسے افسانہ گو کئی انداز اختیار کرتے ہیں۔ الفاظ کی تُک بندی کرتے ہیں' نثر کو نظم بناتے ہیں اور نظم کو گا گا کر پڑھتے ہیں۔ سامعین مسحور ہوتے ہیں اور زندہ باد کے نعرے لگتے ہیں مگر عموماً یہ آواز کا جادو اور ایکشن ڈراما ہوتا ہے۔ ایسے لوگ کئی القاب سے نوازے جاتے ہیں۔ حال یہ ہوتا ہے کہ ایسے واعظ' قرآن کریم کا بنیادی ترجمہ و تشریح تک نہیں جانتے۔ حدیث و اصول حدیث سے ناواقف۔ جو غلط سلط مقامی زبانوں میں جانتے ہیں' بیان کیے جاتے ہیں۔ نہ لغت عرب کا پتا' نہ عربی ادب سے آشنا' نہ صرف و نحو کا ادراک' نہ عربی عبارات بلاحرکات پڑھ سکیں' نہ ترکیب نحوی کی خبر مگر ہیں کیا' علامۂ دھر۔ ایسے لوگوں سے صحابہ کرامؓ نفرت کرتے تھے کہ دین' قصہ گوئی کا نام نہیں بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں' حقائق کو واضح کرنے کا نام ہے۔ جس سے سامعین میں علم و عمل کا جذبہ بیدار ہو اور اخلاص نیت کا بیج دلوں میں کاشت ہو۔

ہمارے حضورؐ کا انداز خطابت کیا تھا؟ ایک باوقار انداز میں سامعین کو سمجھانے کے لیے' بار بار جملے دہراتے کہ دل میں اتر جائیں۔ سفر ہجرت میں خیمہ ام معبد سے گزرے تو اس نیک خاتون نے شام کو اپنے شوہر سے تذکرہ کیا کہ آج یہاں سے ایک نیک سیرت کا گزر ہوا' اس میں شرافت و کردار کی یہ یہ خوبیاں تھیں۔ نبویؐ انداز گفتگو پر کہتی ہیں: "كَأَنَّ مَنطِقَهُ خَرَزَاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ" حضورؐ جب بولتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپؐ کے منہ سے موتی جھڑ رہے ہیں۔

وہ عالم جو دل میں خشیت الٰہی رکھتا ہے' وہ خوف خدا سے دبا ہوا' جھکا ہوا ہوتا ہے۔ وہ تول کر بولتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ دل کی نیت پر خدا کی نظر ہے اور زبان سے نکلنے والا ہر لفظ ریکارڈ ہو رہا ہے۔ آج امت مسلمہ کو ایسے علما کی شدید ضرورت ہے جو اسلام کی خاطر جیتے ہوں' نہ کہ اپنے مسلکوں اور فرقوں کی خاطر۔